فقہی مقالات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

جلد۳

تین طلاقوں کا حکم

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ایک وقت میں دی گئی

تین طلاقوں کا حکم

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين، والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

دو مسئلے

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں یا ایک کلمہ میں تین طلاقیں دیدے تو اس کے بارے میں شرعاً دو مسئلے قابل غور ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح ایک مجلس یا ایک جملے میں اکٹھی تین طلاقیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا ان طلاقوں کو ایک شمار کیا جائے گا یا تین ہی شمار کیا جائے گا؟

ایک ساتھ تین طلاقیں دینا جائز ہے؟

۱۔ جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک اس طرح طلاق دینا حرام اور بدعت ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی یہی ہے، اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فعل حرام تو نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع نہ کی جائیں۔ (المہذب للشیرازی: ۲/۷۹)

امام ابوثورؒ، امام داؤدؒ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے جس کو امام خرقیؒ نے اختیار کیا ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت حسن بن علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے اور امام شعبیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ: ۷/۱۰۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ:

﴿فلما فرغا (يعنى من اللعان) قال عويمر رضى الله عنه: كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا﴾

یعنی جب یہ دونوں میاں بیوی "لعان" سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اب بھی میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا کہ میں نے اس پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو اسی وقت تین طلاقیں دیدیں۔

مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔

﴿ظلمتها ان امسكتها هى الطلاق، وهى الطلاق، وهى الطلاق﴾ (نیل الاوطار: ۶/۱۵۱)

یعنی اگر میں (لعان کے بعد بھی) اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو میں نے اس پر ظلم کیا، لہذا اس کو طلاق ہے، اس کو طلاق ہے، اس کو طلاق ہے۔ یہ الفاظ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی کہ تم نے ایک مجلس میں تین طلاقیں کیوں جمع کیں۔ آپ کا یہ سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا حرام نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اورامام مالکؒ وغیرہ سنن نسائی کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جو محمود بن لبید سے مروی ہے کہ:

﴿اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امراته ثلاث تطليقات جميعاء فقام غضبان ثم قال: ايلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم؟ حتى قام رجل وقال: يارسول الله !الااقتله؟﴾

یعنی حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدی ہیں تو آپ غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: کیا کتاب اللہ کو کھلونا بنایا جائے گا حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟
(نسائی:۲/۱۸۲)

اس روایت کی سند صحیح ہے (کمافی الجواہرالنقی) ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے (کمافی نیل الاوطار) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

﴿رجاله ثقات﴾ (فتح الباری:۹/۳۱۵)

البتہ محمود بن لبید حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے اور حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے ان کو ''رؤیت'' کی وجہ سے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ امام احمدؒ نے ''مسند احمد'' میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور ان کی روایت کردہ چند احادیث بھی ذکر کی ہیں لیکن اس میں کسی لفظ سے بھی ''سماع'' کی صراحت معلوم نہیں ہورہی ہے۔

احقر کی رائے میں ان کی روایت کو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ''مرسل صحابی'' ہے۔ اور ''مرسل صحابی'' کے حجت ہونے میں ہمارا اور شوافع دونوں کا اتفاق ہے۔ لہٰذا اس روایت کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

حنفیہ سعید بن منصور کی ایک روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿عن انس رضى الله عنه ان عمر رضى الله عنه كان اذا اتى برجل طلق امراته ثلاثا اوجع ظهره﴾

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہوں تو آپؓ اس کی کمر پر کوڑے مارتے۔ (ذکرہ الحافظ فی الفتح:۹/۳۱۵ وقال سندہ صحیح)

اس کے علاوہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں جو روایات آگے آرہی ہیں، ان میں سے بھی اکثر روایات حنفیہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہیں کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

جہاں تک عویمر عجلانی کے واقعہ کا تعلق ہے تو ''احکام القرآن'' میں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ ان کا تو یہ مسلک ہے کہ شوہر کے لعان کے فوراً بعد عورت کے لعان سے پہلے ہی میاں بیوی میں خود بخود جدائی ہوجاتی ہے۔ لہٰذا وہ عورت تو پہلے ہی بائن ہوچکی تھی اور اس پر طلاق واقع ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا جس طلاق کا حقیقت میں نہ وقوع ہوا اور نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو ایسی طلاق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر نکیر فرماتے؟ البتہ ایک اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ حنفیہ کے مسلک پر اس روایت کا کیا جواب ہوگا؟ اس کے بارے میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب عدت کی رعایت سے طلاق دینا مسنون نہ ہوئی ہو اور ایک طہر میں تین طلاقیں دینے کی ممانعت سے پہلے کا ہو۔ اس وجہ سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکیر نہ فرمائی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ فرقت کی وجہ طلاق کے علاوہ دوسری چیز تھی یعنی لعان، تو اس وجہ سے حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں ایک ساتھ واقع کرنے پر نکیر نہ فرمائی ہو۔
(احکام القرآن للجصاص:۱/۴۵۴)

کیا تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک مجلس میں یا ایک ہی کلمہ کے ذریعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں تو کیا تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی یا نہیں؟

اس مسئلے میں تین مذہب ہیں:

پہلا مذہب ائمہ اربعہ اور جمہور علماء سلف وخلف کا ہے، وہ یہ کہ تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور ان کے ذریعہ بیوی مغلظہ ہوجائے گی اور حلالہ شرعیہ کے بغیر یہ عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ نیز تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے اکثر اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ: ۷/۱۰۴)

اس کے علاوہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ اس طرح طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ یہ مذہب شیعہ جعفریہ کا ہے۔(**کماجزم به الحلی الشیعی فی شرائع الاسلام**:۲/۱۵۷) اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حجاج بن ارطاۃ، ابن مقاتل اور محمد بن اسحاق سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

تیسرا مذہب بعض اہل ظاہر اور علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہم اللہ کا ہے، وہ یہ کہ اس صورت میں صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء طاؤس، سعید بن جبیر، ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت عطاء اور حضرت طاؤس رحمہما اللہ کی طرف یہ نسبت قابل اعتبار نہیں، اس لئے کہ حضرت طاؤس کا قول حسین بن علی الکرابیسی نے ''ادب القضاء'' میں یہ نقل کیا ہے:

﴿اخبرنا علی بن عبدالله (وهو ابن المدينی) عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاؤس، عن طاؤس انه قال: من حدثك عن طاؤس انه كان يروی طلاق الثلاث واحدة كذبه﴾

یعنی حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ ''طاؤس'' تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں تو اسکی تکذیب کرو''۔

جہاں تک حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو علامہ ابن جریج فرماتے ہیں کہ:

﴿قلت لعطاء:اسمعت ابن عباس رضی اللہ عنہ يقول:طلاق البكر الثلاث واحدة، قال:لا بلغنی ذلك عنه﴾

یعنی میں نے حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''باکرہ کو دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں (سنا تو نہیں) لیکن ان کے بارے میں یہ بات مجھ تک پہنچی ہے۔ (الاشفاق علی احکام الطلاق للعلامہ الکوثری: ۳۳ مطبع مجلّہ الاسلام، مصر)

اہل ظاہر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿عن ابن عباس قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابی بكر وسنتين من خلافته عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب رضی الله عنه: ان الناس قد استعجلوافی امر قد كانت لهم فيه اناة، فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم﴾ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں جلد بازی شروع کردی جس کام میں ان کے لئے مہلت تھی، اگر ہم اس کو نافذ کردیں تو بہتر رہے گا، چنانچہ آپ نے اس کو نافذ فرمادیا (کہ تین طلاقیں تین ہی

شمار کی جائیں گی) اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کی تصریح فرما رہے ہیں کہ عہد رسالت میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا۔

اہل ظاہر اس کے علاوہ مسند احمد وغیرہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ وہ یہ ہے:

﴿عن عكرمة مولى ابن عباس قال: طلق ركانة بن عبديزيد اخوالمطلب امراته ثلاثافي مجلس واحد، فحزن عليها خزنا شديدا قال: فساله رسول الله صلى الله عليه وسلم: كيف طلقتها؟ قال: طلقتها ثلاثا قال: فقال: في مجلس واحد؟ قال: نعم، قال: فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت، قال: فراجعها﴾

یعنی حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ''مطلب'' کے بھائی ''رکانہ بن عبد یزید'' رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر اپنے اس فعل پر انتہائی غمگین اور پریشان ہوئے، راوی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہوئی۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کرلو۔ راوی کہتے ہیں کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کرلیا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۳)

اہل ظاہر کے پاس ان مذکورہ بالا دو روایتوں کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں ہے۔

تین طلاقوں کے وقوع پر جمہور ائمہ کے دلائل

جمہور کے پاس بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک ہی مجلس میں دی گئی تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ ﴿عن عائشة رضى الله عنها ان رجلا طلق امراته ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبى صلى الله عليه وسلم اتحل للاول؟ قال: لاحتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول﴾

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، دوسرے شخص نے بھی اس کو طلاق دیدی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے شخص کے لئے حلال ہوگئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں: جب تک پہلے شوہر کی طرح دوسرا شوہر بھی اس کا ذائقہ نہ چکھ لے، (یعنی صحبت نہ کرلے) (صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقعہ ''امرأۃ رفاعہ'' کے واقعہ کے علاوہ ہے۔ بقول حافظؒ ''اس روایت کے الفاظ ''فطلقها ثلاثا'' سے استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی تھیں۔ (فتح الباری: ۳۲۱/۹)

۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے ''لعان'' کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ''لعان'' کے بعد انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

﴿كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها، فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم﴾

یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اب بھی میں اس عورت کو اپنے گھر میں رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹا بہتان باندھا۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے ہی تین طلاقیں دیدیں۔ (صحیح بخاری حوالہ بالا)

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ

تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں، اورلوگوں نے بھی اس سے تین طلاقوں کا وقوع سمجھا، اگرلوگوں کا سمجھنا غلط ہوتا تو حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم ضروران کی اصلاح فرماتے اورلوگوں کوغلط فہمی میں نہ رہنے دیتے۔ پوری امت نے اس روایت سے یہی سمجھا ہے، حتیٰ کہ علامہ ابن حزم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی یہی مطلب سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

﴿انما طلقها وهويقدر انها امراته ولولا وقوع الثلاث مجموعة لانكرذلك عليه﴾

(الاشفاق علی احکام الطلاق صفحہ ۲۹)

۳۔ امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ سنن کبریٰ میں یہ روایت لائے ہیں کہ:

﴿عن سويد بن غفلة قال: كانت عائشة الختعمية عندالحسن بن على رضى الله عنه، فلما قتل على رضى الله عنه قالت: لتنك الخلافة، قال: بقتل على تظهرين الشماتة، اذهبى فانت طالق يعنى ثلاثا، قال: فتلفعت بشيابها وقعدت حتى قضت عدتها، فبعث اليها ببقية بقيت لها من صداقها وعشره آلاف صدقة فلما جاء ها الرسول قالت: متاع قليل من حبيب مفارق فلما بلغه قولها بكى ثم قال: لولانى سمعت جدى اوحدثنى ابى انه سمع جدى يقول: ايمارجل طلق امراته ثلاثا عندالاقراء اوثلاثا مبهمة لم تحل له حتى تنكه زوجا غيره لراجعتها﴾ (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات)

حضرت سوید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کوخلافت مبارک ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو؟ جاؤ تمہیں تین طلاق۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے پردہ کرلیا اور عدت میں بیٹھ گئیں۔ جب عدت پوری ہوگئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کوان کا بقیہ پورا مہران کے پاس بھیج دیا اوراس کے علاوہ مزید دس ہزار درہم بھیج دیئے، جب قاصد یہ رقم لے کران کے پاس آیا توانہوں نے کہا: یہ تو بچھڑنے والے دوست کی طرف سے متاع قلیل ملا ہے۔ جب اس خاتون کا یہ قول حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ رو پڑے۔ اورفرمایا: اگر میں نے اپنے نانا جان سے یہ بات نہ سنی ہوتی۔ یا یہ فرمایا کہ اگر میرے والد مجھ سے یہ بیان نہ کرتے کہ انہوں نے میرے نانا جان سے یہ سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دیدے، یا تین مبہم طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی حتی کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔ تو میں اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لے لیتا۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب میں اس حدیث کولانے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

﴿امناده صحيح بيان مشكل الاحاديث الواردة فى ان الطلاق الثلاث واحدة﴾

(الاشفاق علی احکام الطلاق صفحہ ۲۴)

علامہ ہیثمی طبرانی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ:

﴿وفى رجاله ضعف وقد وثقوا﴾ (مجمع الزواید، باب متعہ الطلاق: ۴/۳۳۹)

۴۔ سنن نسائی کی ایک روایت پہلے صفحہ ۴ پر گزر چکی ہے جو حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی تھی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدیں، جب حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ بہت غضبناک ہوئے۔ اس روایت کو ابوبکر ابن العربی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے مقابلے میں پیش کیا ہے۔ جس سے اہل ظاہر استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

﴿ويعارضه حديث محمود بن لبيد، فان فيه التصريح بان الرجل طلق ثلاثا مجموعة، ولم يرده النبى صلى الله عليه وسلم بل امضاه﴾

یعنی حضرت محمود بن لبید والی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ والی روایت کے معارض ہے۔ اس لئے کہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں اور حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دی ہوئی طلاقوں کو رد نہیں فرمایا بلکہ ان کو نافذ کر دیا۔

علامہ کوثری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید ابن عربی کی نظر میں سنن نسائی کی روایت کردہ روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت ہو، اس لئے کہ سنن

نسائی کی روایت میں ان طلاقوں کو نافذ کرنے کی تصریح موجود نہیں، اور ابوبکر ابن العربی حافظ الحدیث اور ''واسع الروایۃ جداً'' ہیں۔

یا یہ ہوسکتا ہے کہ ابن العربی کا یہ خیال ہو کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان طلاقوں کو رد فرماتے تو اس کا ذکر حدیث میں ضرور موجود ہوتا۔ اور دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غضبناک ہونا بھی خود وقوع طلاق کی ایک مستقل دلیل ہے۔ اور اس حدیث سے جو استدلال مقصود ہے اس کے لئے یہ بھی کافی ہے۔

۵۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینے کا واقعہ نقل کیا ہے، اور آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

﴿یارسول اللہ لو طلقتها ثلاثا کان لی ان اراجعها؟ قال: اذا بانت منك وکانت معصیته﴾

''یارسول اللہ! اگر میں اس کو تین طلاقیں دیدیتا تو کیا میرے لئے رجوع کا حق تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تب تو وہ تم سے بائنہ ہوجاتی اور یہ گناہ بھی ہوتا''

علامہ ہیثمی ''مجمع الزوائد'' میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿رواه الطبرانی وفیه علی بن سعید الرازی، قال الدار قطنی لیس بذاك وعظمه غیره وبقیة رجاله ثقات﴾

علامہ طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، اور اس کے ایک راوی ''علی بن سعید الرازی'' ہیں۔ جن کے بارے میں ''دارقطنی'' فرماتے ہیں کہ ''لیس بذاک'' البتہ دوسرے حضرات نے ان کی تعظیم اور توقیر کی ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۴/۳۳۶)

احقر عرض کرتا ہے کہ ''میزان الاعتدال'' میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''علی بن سعید الرازی'' کے حالات ان الفاظ میں بیان کئے ہیں:

﴿حافظ رحال جوال، قال الدار قطنی: لیس بذاك تفرد باشیاء قلت: سمع جبارة بن المغلس وعبدالاعلی بن حماد، روی عنه الطبرانی والحسن بن رشیق والناس قال ابن یونس: کان یفهم ویحفظ﴾

یعنی علی بن سعید الرازی حافظ الحدیث اور بہت سفر کرنے والے تھے۔ امام دارقطنی نے ان کے بارے میں ''لیس بذاک'' جو کہا ہے، یہ ان کے تفردات میں سے ایک ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے ''جبارۃ بن المغلس اور عبدالاعلی بن حماد'' سے احادیث لی ہیں۔ اور علامہ طبرانی اور حسن بن رشیق اور بہت سے لوگوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ابن یونس ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سمجھتے اور اس کو یاد کرلیا کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۱۴۱ ترجمہ نمبر ۵۸۵۰)

اس سے ظاہر ہوا کہ ''دارقطنی'' کے علاوہ کسی اور نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا، اور دارقطنی نے بھی نرم الفاظ میں کلام کیا ہے۔ اور حافظ ذھبیؒ ان کے اس کلام پر راضی نہیں ہیں۔ اور اسرائیل بن یونسؒ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور حافظ ذھبیؒ نے ان کو ''حافظ'' کہا ہے۔ لہذا ایسے شخص کی روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۶۵۴ حضرت نافع کے طریق سے گزر چکی ہے کہ:

﴿فکان ابن عمر اذا سئل عن الرجل یطلق امراته وهی حائض یقول واما انت طلقتها ثلاثا فقد عصیت ربك فیما امرك به من طلاق امراتك وبانت منك﴾

یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تو آپ

فرماتے: اگرتم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں تو تم نے اپنے رب کے اس حکم کی نافرمانی کی جو حکم اس نے بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں تم کو دیا ہے، اور وہ بیوی تم سے جدا ہوگئی۔ اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔

۶۔ امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿انه قد ارسل الیها بثلاث تطلیقات قالت: فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انما النفقة والسکنی للمراة اذاکان لزوجها علیها الرجعة﴾

یعنی فاطمہ بنت قیس کے شوہر (حفص بن عمرو بن المغیرۃ رضی اللہ عنہ) نے ان کو تین طلاقیں بھیج دیں۔ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نفقہ اور سکنیٰ اس عورت کو ملتا ہے جس کے شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہو۔ (سنن نسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعۃ وما فیۃ من التغلیظ)

امام دار قطنی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

﴿طلق حفص بن عمرو بن المغیرة فاطمة بنت قیس بکلمة واحدة ثلاثا﴾

یعنی حفص بن عمرو بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیدیں۔ یہ روایت بھی اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ انہوں نے اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں، اس وجہ سے امام نسائی کا اس روایت کو دلیل میں پیش کرنا صحیح ہے۔

(دار قطنی: ۴/۱۱و۱۲)

لیکن صحیح مسلم میں جو روایت ہے وہ اس روایت کے معارض ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿طلقها آخر ثلاث تطلیقات﴾

اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں:

﴿طلقها طلقة کانت من طلاقها﴾

ان دونوں روایتوں سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ انہوں نے اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی تھیں لہٰذا فاطمہ بن قیس کے واقعہ سے اس مسئلہ پر استدلال کرنا دووجہ سے درست نہیں۔ ایک یہ کہ روایت میں تعارض موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ ''صحیح مسلم'' والی روایت ''دار قطنی'' کی روایت کے مقابلے میں راجح ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۔ مصنف عبدالرزاق اور طبرانی میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

﴿طلق بعض آبائی امراته الفافا نطلق بنوه الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا: یارسول الله: ان ابانا طلق امنا الفا، فهل له من مخرج؟ قال: ان اباکم لم یتق الله تعالی فیجعل له من امره مخرجا، بانت منه بثلاث علی غیرالسنة وتسعمائة وسبع وتسعون اثم فی عنقه﴾

یعنی میرے باپ دادوں میں سے کسی نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدیں۔ ان کے بیٹے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے باپ نے ہماری ماں کو ہزار طلاقیں دیدی ہیں، تو کیا اس کے لئے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے باپ نے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی خوف نہ کیا کہ اب اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راستہ نکالتے، اس کی بیوی خلاف سنت دی گئی تین طلاقوں کے ذریعہ بائنہ ہوگئی، اور نوسو ستانوے طلاقوں کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶/۳۹۳)

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی ''عبیداللہ بن الولید الوصافی العجلی'' ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۴/۳۳۸ باب فیمن طلق اکثر من ثلاث)

میرا کہنا یہ ہے کہ ''میزان الاعتدال'' میں علامہ ذھبیؒ نے ان کے بارے میں امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

﴿یکتب حدیثه للمعرفة﴾ (جلد۳صفحہ۱۷)

اسی وجہ سے میں نے ان کی یہ روایت مستقل طور پر ذکر نہیں کی بلکہ دوسری روایات کی تقویت کے لئے لایا ہوں۔

۸۔ مصنف عبدالرزاق میں سفیان ثوری کے طریق سے زید بن وھب سے یہ روایت مروی ہے کہ:

﴿انه رفع الی عمر رجل طلق: امراته الفا وقال: انما کنت العب، فعلاه عمر رضی الله عنه بالدرة وقال: انما یکفیك من ذالك ثلاثة﴾

یعنی حضرت ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی تھیں۔اس شخص نے کہا: میں نے ویسے ہی مذاق کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو درّے سے مارا اور فرمایا: تیرے لئے ان میں سے تین طلاقیں کافی ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۶/۱۳۴۰)

علامہ بیہقیؒ نے عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل کے طریق سے یہی روایت نقل کی ہے۔اور دونوں طریق کے راوی جماعت یعنی سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(بیہقی:۷/۳۳۴)

۹۔ امام بیہقیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

﴿عن انس بن مالك یقول: قال عمر بن خطاب رضی الله عنه فی الرجل یطلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها، قال: هی ثلاث لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره وکان اذانی به ارجعه﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دے، اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ہیں، یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، اور جب ایسا شخص آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کو سزا دیتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷/۳۳۴)

۱۰۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ:

﴿عن ابراهیم بن محمد عن شریك بن ابی نمر قال:جاء رجل الی علی، فقال: انی طلقت امراتی عدد العرفج قال: تاخذ من العرفج ثلاثا وتدع سائره﴾

(مصنف عبدالرزاق:۷/۳۹۴)

یعنی شریک بن ابی نمر فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو عرفج (درخت) کی مقدار میں طلاق دی ہے۔آپ نے فرمایا: عرفج میں سے تین لے لے اور باقی سب چھوڑ دے۔ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔

البتہ ''تقریب التہذیب'' میں ہے کہ:

﴿شریك بن ابی نمرصدوق یخطئ﴾

لیکن بیہقی میں ایک روایت دو طریق سے مروی ہے جو مندرجہ بالا روایت کے لئے شاہد ہے۔اس روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

﴿ عن علی رضی الله عنه فیمن طلق امرته ثلاثا قبل ان یدخل بها، قال: لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره ﴾

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔آپ نے فرمایا کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۳۳۴)

۱۱۔ عطابن یسار سے مروی ہے کہ:

﴿ جاء رجل یسال عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنه عن رجل طلق امراته ثلاثا قبل ان یمسها، قال عطاء: فقلت: انما طلاق البکر واحدة، فقال لی عبدالله بن عمرو: انماانت قاص الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتی تنکح زوجا غیره ﴾

یعنی ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے دخول سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: باکرہ کی طلاق ایک ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم تو قصہ گوئی کرنے والے ہو۔اصل یہ ہے کہ وہ باکرہ ایک طلاق سے بائن ہوجائے گی،اور تین طلاقوں سے حرام ہوجائے گی حتیٰ کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے۔ (مؤطاامام مالک کتاب الطلاق،باب طلاق البکر)

۱۲۔ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ:

﴿جاء رجل الی ابن مسعود رضی الله عنه فقال: انی طلقت امراتی تسعة وتسعین رانی فقیل لی: قدبانت منی، فقال ابن مسعود: لقد اجوان یفرقوا بینك وبینها قال: فما تقول رحمك الله؟ فظن انه سیر خص له ـ فقال: ثلاث تبینها منك وسائرها عدوان ﴾

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانویں طلاقیں دیدی ہیں، میں نے لوگوں سے مسئلہ پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مجھ سے بائن ہوگئی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے پر خوش ہیں۔اس شخص نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ آپ اس کے لئے گنجائش نکالیں گے۔آپ نے فرمایا: وہ تین طلاق سے تم سے جدا ہوگئی اور باقی طلاقیں ظلم اور زیادتی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر۱۳۴۳)

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

﴿من طلق امراته ثلاثا طلقت وعصی ربه ﴾

یعنی جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں،اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں پڑگئیں،اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر۱۳۴۴)

۱۴۔ حضرت معاویہ بن ابی عیاش الانصاری فرماتے ہیں کہ:

﴿انه کان جالسامع عبدالله بن الزبیر وعاصم بن عمر قال: فجاء هما محمد بن ایاس بن البکیر فقال:ان رجلا من اهل البادیة طلق امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها، فماذاتریان؟ فقال عبدالله بن الزبیر: ان هذا الامر مابلغ لنافیه قول فاذهب الی عبدالله بن عباس وابی هریرة، فانی ترکتهما عند عائشة فاسالهما ثم ائتنا فاخبرنا، فذهب فسالهما، فقال ابن عباس لابی هریرة افته یا ابا هریرة فقد جاء تك معضلة فقال ابو هریرة: الواحدة تبینها والثلاث تحرمها حتی تنکح زوجا غیره، وقال ابن عباس مثل ذلك ﴾

فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں محمد بن ایاس ان کے پاس آئے اور کہا کہ ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاقیں دیدی ہیں۔ آپ حضرات کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی بات نہیں پہنچی ہے، آپ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھ لیں، میں نے ان دونوں کو ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر چھوڑ کر آیا ہوں، اور ان سے پوچھ کر پھر ہمیں بھی بتادو۔ چنانچہ محمد بن ایاس گئے اور ان دونوں سے یہی سوال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ فتویٰ دیجئے کیونکہ آپ کے پاس یہ ایک پیچیدہ مسئلہ آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق سے وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاقوں سے وہ قطعی حرام ہوگئی حتیٰ کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی جواب دیا۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر)

یہ حدیث ہمیں واضح طور پر بتارہی ہے کہ پانچ صحابہ کرام یعنی عبداللہ بن زبیر، حضرت عاصم بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، یہ سب ایک کلمہ میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر متفق ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب تو ظاہر ہے اور جہاں تک حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے تو ان دونوں حضرات نے ان دونوں حضرات نے غیر مدخول بہا کے حق میں تین طلاقیں دینے کے مسئلے کو بہت دشوار خیال کیا۔ اگر ان کے نزدیک مدخول بہا کی طلاق کے سلسلے میں ''تین'' کا عدد لغو ہوتا تو یہ حضرات اس مسئلے کو مشکل تصور نہ کرتے، بلکہ مدخول بہا کو ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقوں کے عدم وقوع کا بطریق اولیٰ فتویٰ دیدیتے، ان حضرات نے اس مسئلے کو اس لئے دشوار خیال کیا کہ یہ غیر مدخول بہا کا مسئلہ تھا۔ جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے تو اس واقعہ کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ جس مجلس میں حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا، وہ خواہ اس مجلس میں موجود تھیں (اگر یہ مسئلہ ان کی رائے کے خلاف ہوتا تو وہ خاموش نہ رہتیں)

بہر حال، فقہاء صحابہ کی ایک جماعت جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ہریرۃ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع ہے اگر چہ وہ طلاقیں ایک مجلس میں دی گئی ہوں۔ ان حضرات کا اتفاق دلیل اور حجت ہونے کے لئے کافی ہے۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

جہاں تک اس باب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق ہے تو جمہور فقہاء نے ان کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری (جلد ۹ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۹) میں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ البتہ میرے نزدیک ان میں سے دو جواب عمدہ اور پسندیدہ ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت سے متعلق ہے، وہ یہ کہ طلاق دینے والا بنیت تجدید وتاسیس طلاق کے الفاظ مکرر ادا کرے۔ مثلاً اپنی بیوی سے کہے: تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ ابتداء میں مسلمان راست باز اور صاف دل ہوتے تھے، لہٰذا ان کا یہ دعویٰ قبول کرلیا جاتا تھا کہ (تین دفعہ کہے) الفاظ سے اس کی نیت صرف تاکید کی تھی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اور لوگوں میں دھوکہ، فریب اور اس جیسی دوسری بری خصلتیں عام ہوگئیں جو دعویٰ تاکید کے قبول کرنے سے مانع ہوتی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکرر الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر محمول فرماتے ہوئے قضاء اسے نافذ فرمادیا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی جواب کو پسند فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد **ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیه اناة** یعنی لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی جس میں ان کے لئے مہلت تھی'' کی بنیاد پر اس کو قوی قرار دیا۔ اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب تمام جوابوں میں صحیح ترین جواب ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو لفظ ''ثلاثا'' آیا ہے، اس سے مراد درحقیقت ''طلاق البتّۃ'' ہے، جیسا کہ حدیث ''رکانہ'' میں اس کی صریح ہے جو آگے آرہی ہے، اور یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں ان آثار صحابہ کو بھی لائے ہیں جن میں ''البتّۃ'' کا ذکر ہے۔ اور اسی باب میں وہ

احادیث بھی لائے ہیں جن میں طلاق ثلاثہ کی تصریح موجود ہے، اس سے امام بخاری رحمتہ اللہ کا مقصد اس طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ''طلاق البتۃ'' اور طلاق ثلاثہ'' میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ کہ'' طلاق البتۃ'' جب مطلق بولا جائے گا تو اس کو تین طلاقوں پر محمول کیا جائے گا۔ لیکن اگر طلاق دینے والا اس لفظ سے ایک طلاق کی نیت کرلے تو اس صورت میں اسی کا قول معتبر ہوگا۔ تو گویا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اصل لفظ ''البتۃ'' تھا لیکن چونکہ لفظ'' البتۃ'' کا طلاق ثلاثہ کے ہم معنی ہونا معروف اور مشہور تھا، اس لئے حدیث کے بعض راویوں نے اصل لفظ'' البتۃ'' کے بجائے طلاق ثلاثہ کا ذکر کردیا اور مراد لفظ'' البتۃ'' لیا۔ زمانہ نبوی میں جب کوئی شخص لفظ'' البتۃ'' بول کر ایک طلاق مراد لیتا تو اس کا قول مان لیا جاتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ظاہری الفاظ کا اعتبار کرتے ہوئے ان الفاظ سے دی ہوئی طلاق پر تین طلاقوں کا حکم نافذ کردیا۔ (کذافی فتح الباری)

احقر کے نزدیک اس توجیہہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تمام صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے صحیح ہونے پر اتفاق کرلیا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اگر آپ کا یہ فیصلہ خود ساختہ ایک نیا فیصلہ ہوتا۔ العیاذ باللہ۔ یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہوتا تو ایک صحابی بھی اس فیصلے پر راضی نہ ہوتا۔ چہ جائیکہ صحابہ کرام کی پوری جماعت نے اس فیصلے سے اتفاق کرلیا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں اور حدیث'' رکانہ'' کے بھی راوی ہیں، ان کا فتویٰ بھی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا ہے۔ (جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزرا) نیز سنن ابی داؤد میں حضرت مجاہدؒ سے ایک حدیث مروی ہے، اس حدیث کی سند کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے، وہ یہ کہ حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، آپ سن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کو رجوع کرنے کا فتویٰ دیں گے، لیکن آپ نے فرمایا:

﴿ینطلق احدکم فیرکب الاحموقۃ: ثم یقول: یا ابن عباس، یاابن عباس، ان اللہ قدقال: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا والك لم تتق اللہ فلا احدلك مخرجا عصبت ربك وبانت منك امراتك﴾

یعنی تم میں سے ایک آدمی حماقت پر سوار ہوکر چل پڑتا ہے، (اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد) پھر چلاتا ہے اے ابن عباس! اے ابن عباس! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی راہ پیدا فرمادیں گے، اور تو چونکہ (طلاق کے معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا، اس لئے میں تیرے لئے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا، تو اپنے رب کا نافرمان ٹھہرا اور تیری بیوی بھی تجھ سے جدا ہوگئی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بدگمانی جائز نہیں کہ ان کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فیصلہ موجود تھا، پھر بھی انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا کیا ہے تو یقیناً ان کے سامنے واضح دلیل ہوگی۔ راوی حدیث اپنی روایت کے متعلق دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک حدیث'' رکانہ'' کا تعلق ہے جس سے امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے، یہ حدیث مسند احمد اور مسند ابویعلیٰ میں مذکور ہے اور ابویعلیٰ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق رکانۃ بن عبدیزید امراتہ ثلاثا فی مجلس واحد، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انما تلك واحدۃ فارتجعھا ان شئت، فارتجعھا﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکانہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہے، تم اگر چاہو تو رجوع کرلو، پس انہوں نے رجوع کرلیا۔

(مسند احمد)

اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق رکانہ کے واقعے میں جو روایات مروی ہیں ان میں اضطراب پایا جارہا ہے، چنانچہ مسند احمد کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، اور دوسری روایت سنن ابی داؤد میں انہیں

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لفظ ''البتہ'' سے طلاق دی تھی۔اسی اضطراب کی بنیاد پر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔اور علامہ ابن عبدالبر رحمتہ اللہ علیہ نے ''تمہید'' میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔(دیکھئے تلخیص الحبیر للحافظ جلد۳ صفحہ۲۲۳ حدیث نمبر ۱۶۰۳)

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جو روایت ہے اس کو امام جصاص اور علامہ ابن ہمام رحمتہ اللہ علیہما نے اسی سبب سے منکر قرار دیا ہے کہ یہ روایت ان ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے جنہوں نے لفظ ''البتہ'' کے ساتھ روایت کی ہے۔اور حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ''تلخیص الحبیر'' میں اس کو معلول قرار دیا ہے۔

اور امام ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے لفظ ''البتہ'' کے ساتھ طلاق دی تھی، اس لئے انہوں نے اس روایت کی تخریج حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کی سند سے کی ہے، اور کسی شخص کے اہل بیت اس کے قصہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری (جلد۹ صفحہ۳۱۶) میں فرماتے ہیں کہ بعض راویوں نے لفظ ''البتہ'' کو طلاق ثلاثہ پر محمول کر کے ''طلقھا ثلاثا'' کہہ دیا ہے۔اس نکتہ کی رو سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال موقوف ہو جاتا ہے۔

احقر کی رائے میں پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ''انت طالق البتۃ'' کے لفظ سے طلاق دی، اور صرف ایک طلاق کی نیت کی۔پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس نیت کی تصدیق فرمائی اور ان کو دوبارہ ان خاتون سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی۔ اور حدیث کے الفاظ **فارتجعھا ان شئت** سے بھی یہی مراد ہے۔لیکن بعض راویوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ لفظ ''البتہ'' سے مراد تین طلاقیں ہیں، حدیث کی روایت ''**طلقھا ثلاثا**'' کے الفاظ سے کردی۔

بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے تو تین طلاقیں الگ الگ الفاظ سے دی تھیں لیکن بعض راویوں نے اس کو لفظ ''البتہ'' سے روایت کر دیا، تب بھی دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طلاق اس وقت تسلیم کیا جب حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس بات پر قسم کھالی کہ انہوں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی ہے۔چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور داری کی روایت میں ہے کہ:

﴿فاخبر بذلك النبی صلی الله علیه وسلم وقال: والله مااردت الا واحدة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله مااردت الاواحدة، فقال رکانه: والله مااردت الا واحدة فردها الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم﴾

یعنی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میں نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی ان کو لوٹا دی۔اس روایت میں دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ان کو دوبار قسم دی کہ ان کی نیت صرف ایک طلاق کی تھی۔اور یہ بات ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ عہد رسالت میں اگر کوئی شخص تین مرتبہ طلاق کے الفاظ ادا کرنے کے بعد یہ کہتا کہ تکرار سے میری نیت تاکید کی تھی تو اس کی نیت قضاءً مسموع ہوتی تھی، اس لئے کہ وہ زمانہ جھوٹ اور دھوکے سے پاک زمانہ تھا، اگر تین طلاقوں کو علی الاطلاق ایک شمار کیا جاتا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے پیروکاروں کا خیال ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کو ایک طلاق کے ارادہ کرنے پر قسم نہ دیتے۔اس لئے کہ پھر تو تین طلاق کے الفاظ بول کر ایک طلاق کی نیت کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔(بلکہ نیت کے بغیر بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی) اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو قسم دینے کا کوئی فائدہ تھا، اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے نزدیک اس میں نیت کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ تین طلاق کے الفاظ بول کر تین کی نیت کرے تب بھی ان کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

زیادہ سے زیادہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نیت تاکید میں قضاء تصدیق فرمائی، یہ بات ہمیں بھی تسلیم ہے۔لیکن اگر کوئی شخص بنیت تأسیس بھی تین طلاقیں دے تب بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے۔لہذا حدیث رکانہ سے استدلال درست نہیں۔

پھر امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کے لازم ہونے کے بارے میں جمہور فقہاء کی دلیل نظری اعتبار سے بھی بالکل ظاہر ہے، وہ یہ کہ مطلقہ ثلاثہ طلاق دھندہ کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، چاہے وہ تین طلاقیں متفرق طور پر دی گئی ہوں یا اکٹھی دی گئی ہوں۔ لغۃً اور شرعاً اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اور ان دونوں صورتوں میں جس فرق کا تصور کیا جاتا ہے وہ فرق صرف ظاہری ہے، جس کو شریعت نے نکاح، عتق اور اقرار کے باب میں بالاتفاق لغو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اگر ولی نکاح بیک کلمہ کسی سے یہ کہے کہ ''میں نے ان تین لڑکیوں کا نکاح تجھ سے کردیا'' تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا، جیسا کہ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے جب ولی نکاح کسی شخص سے الگ الگ الفاظ میں یہ کہے کہ ''میں نے اس لڑکی کا اور اس لڑکی کی اور اس لڑکی کا نکاح تجھ سے کردیا'' اور عتق اور اقرار وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

جو حضرات اکٹھی دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ ''احلف باللہ ثلاثا'' (یعنی میں تین بار اللہ کی قسم کھاتا ہوں) تو یہ ایک ہی قسم شمار ہوگی، تین نہیں ہوں گی، تو پھر طلاق دینے والے کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ طلاق کو قسم پر قیاس کرنا درست نہیں اس لئے کہ دونوں میں فرق ہے، وہ فرق یہ ہے کہ طلاق دینے والا انشاء طلاق کرتا ہے اور شریعت نے طلاق کی آخری حد تین قرار دی ہے۔ لہذا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ''انت طالق ثالثا'' تو گویا اس نے یہ کہا ''انت طالق جمیع الطلاق'' یعنی تجھے تمام طلاقیں دیتا ہوں۔ لیکن جہاں تک قسم کھانے والے کا تعلق ہے تو اس قسم کی کوئی آخری حد مقرر نہیں ہے۔ اس لئے طلاق اور قسم میں فرق ہے۔

(کذا فی فتح الباری)

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بعینہ ''متعہ'' کے مسئلے کی نظیر ہے، چنانچہ متعہ کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں ''متعہ'' کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع کردیا تو ہم اس سے باز آگئے۔ اور دونوں مسئلوں میں راجح قول یہ ہے کہ ''متعہ'' حرام ہے اور طلاق ثلاثہ واقع ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان دونوں مسئلوں پر اجماع منعقد ہوچکا ہے، اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی ان دونوں مسئلوں میں اس اجماع کی مخالفت کی ہو۔ اور صحابہ کرام کے اجماع سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک کوئی ناسخ تھا، اگرچہ بعض حضرات صحابہ پر یہ ناسخ پہلے مخفی تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام کے اجماع سے ناسخ سب پر واضح ہوگیا۔ لہذا اس اجماع کے منعقد ہوجانے کے بعد جو شخص اس کی مخالفت کرے گا، وہ اجماع کو توڑنے والا ہوگا۔ اور کسی مسئلے میں اتفاق کے ہوچکنے کے بعد کوئی شخص اس میں اختلاف کرے تو جمہور کے نزدیک اس کا اختلاف کرنا معتبر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔